سیم و زر

بیگم نسیم ایُوبؒ

گوشۂ ادب چوک انارکلی لاہور

سیم و زر

بیگم نسیم ایوّب

گوشۂ ادب ○ چوک انارکلی ○ لاہور

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No: 39168
★ MAILSI ★

170
ن 48 س

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

Revised Price
Rs. 21/-
Urdu Markaz Lahore

سنہ ۱۹۵۴ء

بار اوّل | تعداد ۱۰۰۰ | قیمت

(استقلال پریس لاہور میں طبع ہوا)

سیم و زر

کتب بینی
سب سے
بڑی عبادت
ہے اور
ماحول سب
سے بڑا معلّم

عالی کے نام

سچّائی اِنسانیت کا حُسن ہے

۔۔۔ جھوٹ دم گھٹنے والا دھواں ہے۔

حُسن نگاہ کی جستجو ہے۔

محبت مشکلات کی سیڑھی ہے۔

ہنسی راہِ حیات کی مشعل ہے۔

آنسو تنہائی کا راگ ہے۔

فراق محبت کا کانٹا ہے۔

ساحل سمندر کا لب ہے۔ ندی پہاڑ کا آنسو ہے۔

میرا مقدّر نہ تیری محبّت

جب تُو نے مجھے دُنیا میں جانے کا حکم سنایا تو میں نے اِس وسیع دنیا اور اجنبی مخلوق کو دیکھ کر گھبراہٹ کا اظہار کیا تھا۔ تب تو نے میرے کانوں کے قریب آکر ایک پُر مسرّت مسکراہٹ کے ساتھ سرگوشی میں کہا کہ تم تنہا نہیں ہو۔ میں تمہارا مقدّر تمہارے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ اور اپنی محبّت کا ہاتھ بھی، لیکن یہاں پہنچکر نہ تو میرے مقدّر ہی نے میرا ساتھ دیا ہے اور نہ ہی تیری محبّت اور حمایت کا ہاتھ اب تک بڑھا ہے۔

فطرت کے بچّے

بے ترتیب جنگل اور خودرو جھاڑیوں کا سلسلہ دُور تک پھیلا ہُوا تھا، لیکن جب میں درختوں سے ڈھکے ہوئے ایک سایہ دار رستے پر سے گذری تو فطرت کے حسن نے میری نگاہ کو وہیں روک لیا اور میں دیر تک شاخوں کے گلے ملنے کے انداز کو دیکھتی رہی۔ اور یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ ہم سب فطرت کے بچے ہیں ہمارے خیالات فطرت کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ مگر ہمارا ماحول جو بناوٹ اور تصنّع کی بنیادوں پر کھڑا ہے۔ ہمیں اس کے پیچھے بھاگنے سے روکتا ہے۔

پھُول اور بچّہ

بچّہ بہت دیر سے پھُولوں کی کیاریوں میں بھاگتا پھر رہا تھا اور کھیل رہا تھا وہ کبھی اپنے ہونٹ کسی پھول پر رکھ دیتا۔ اور کبھی اُسے نوچ کر اُس کی پتیاں زمین پر بکھیر دیتا تھا

مَیں نے پھُولوں کو برباد ہوتے دیکھ کر اُسے ڈانٹا اور کہا تم یہاں کیا کرنے آئے ہو۔ چلے جاؤ۔

اُس نے بڑی دلیری سے جواب دیا "میں کیوں جاؤں میں تو پھولوں سے کھیلنے آیا ہوں۔"

یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اُس کے آباواجداد تو صدیوں سے یہ کھیل کھیلتے چلے آرہے ہیں۔

گڑیوں کا کھیل

جب مَیں نے بچّے کا کُرتہ سیا تو مجھے اپنے بچپن میں گڑیوں کے تمام کھیل یاد آنے لگے اور جب بچّے نے بات کرنا سیکھی تو میں سمجھی کہ میری گڑیوں کو زبان لگ گئی ہے۔

ہمارے خواب

کیا تم نے کبھی بھاگتے ہوئے بچے کے نقشِ پا میں اپنے بچپن کے کے نشان پہچانے ہیں؟

یہ بچے ہماری دوشیزگی کے وہ نازک خواب ہیں جو محبت کی سرگوشیوں کی طرح ہمارے دلوں کی دھڑکنوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ اور اب ہمارے سامنے ہمارے بچپن کے الّھڑ اور معصوم کھیلوں کو دہرا رہے ہیں۔ اور جنہیں دیکھ دیکھ کر ہم خوش ہو رہے ہیں۔

ایک بچّہ

بچّے نے اپنی ماں سے نہایت تشویش ناک لہجے میں پوچھا: "ماں جب میں چلتا ہوں تو چاند میرے ساتھ ساتھ چلنے لگتا ہے، اور آسمان پر بادل کی پھاڑیاں میرے پیچھے بھاگنے کیلئے ایک دوسری سے ٹکراتی ہیں۔ اور جب میں تیز بھاگنے لگتا ہوں تو زمین کے سارے درخت بھی میرے ساتھ بھاگنے لگتے ہیں۔ کیا ان سب کو بھی میں اچھا لگتا ہوں؟ جس طرح تمہیں؟"

بھوک اور موت

فاقہ زدہ عورت اپنے زرد اور کمزور بچے کو سینے سے چمٹائے ہوئے چلی جا رہی تھی۔ اس کے قدم بھاری ہو رہے تھے کیونکہ موت اس کے کندھوں کے قریب پہنچ چکی تھی۔ بچہ بھوک کی شدت سے کراہ رہا تھا۔ ماں اپنی محبت کے سارے آنسو پلا کر اُس کو زندہ رکھنا چاہتی تھی۔ مگر خشک آنسو اتنی تاثیر نہیں رکھتے تھے کہ وہ اُس کی رگوں میں زندگی کا خون انڈیل سکتے۔

بچہ مر گیا اور ماں نے اس کی پیشانی پر ایک سسکتا ہوا بوسہ دے کر کہا۔ میرے بچے تیری زندگی آج سے شروع ہوتی ہے۔ اور میری زندگی ختم ہوتی ہے۔ تو نے میرے بازوؤں کو اپنے بوجھ سے آزاد کر دیا ہے۔ لیکن میرا دل تیرے فاقوں کے بوجھ تلے دب کر مر گیا ہے۔

پھول اور کانٹے

محبت انتظار کے کانٹے بکھیرتی ہے۔ اور امید پھولوں کے ہار پہناتی ہے۔

مصافحہ

تم نے ایک خاکروب سے مصافحہ کیا تو تمہارے ہاتھ میں اور بھی برکت آگئی۔ اور میں نے ایک پُرغرور ہاتھ کو چھُوا تو میری ہتھیلیوں کے ساتھ عفونت لپٹ گئی۔

مذہب

کسی نے مجھ سے کہا، کیا تم اپنے مذہب کی خوبیاں جانتی ہو۔ میں نے کہا۔ نہیں۔ جب تک میں دوسرے مذاہب کا مطالعہ نہیں کر لوں گی۔ اپنے مذہب کی خوبیوں کو کیسے جان سکوں گی۔ اس پر وہ مجھ سے ناراض ہو گئی اور اب تک ناراض ہے۔

جُرم اور زندگی

بھائی اُن کا کیا بنے گا۔ جن کے لئے تیرا قانون وجہ موت بنا ہوا ہے؟

کیا زندہ رہنا بھی جُرم ہے؟

ایک کلہاڑی ایک زرِ زنجیر

اس کی کلہاڑی جس سے وہ لکڑیاں کاٹ کر بیچتا ہے۔ تیری کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طلائی زنجیر سے زیادہ قیمتی ہے۔

بھیگا ہوا کاغذ

تمہاری محبت کی کاہشوں نے میرے دل کو بھیگے ہوئے کاغذ کے ٹکڑے کی طرح نازک بنا دیا ہے۔

ماضی اور مستقبل

اگر تم حال کی آہوں سے اکتا گئے ہو۔ تو ماضی کے قہقہوں کی طرف نہ دوڑو جو کہ اب سراب بن چکے ہیں۔ مستقبل کی طرف بڑھے چلو۔ ممکن ہے کہ وہاں تمہیں اس سے بھی زیادہ حسین اور آزاد قہقہے مل جائیں۔

مستقبل

بچے کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تختی پر اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے

بُڑھے میڑھے حروف اس کے مستقبل کی طرف اِس طرح گھُور رہے تھے جس طرح وہ استاد کے منہ کو گھور رہا تھا۔

مہمان

مہمان گھر کا حُسن ہے۔

خُوش مذاقی

خوش مذاق اِنسان دوسروں کو زندگی کے حسن سے واقف کراتا ہے۔

باتیں

بعض اِنسانوں کی باتیں گنیوں کی طرح میٹھی ہوتی ہیں۔

اِنسان

اِنسان کتابوں کی مانند ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جن کو ہم آسانی سے پڑھ لیتے ہیں اور بعض ہماری سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں۔

شراب اور شراب...

تو ہر روز انگور اور جَو کی شراب پیتا ہے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آجاتا ہے۔ اور میں نے صرف ایک بار محبت کی شراب پی ہے اور پھر کبھی ہوش میں نہیں آئی۔

بچّہ

بظاہر چھوٹا سا بچہ ہے۔ پر ماں کے لئے ذمہ داریوں کی ایک ضخیم کتاب۔

احسان فرض

تم کہتے ہو کہ تم میری خاطر گراں بار فرائض کو اٹھاتے ہو۔ اور میں کہتی ہوں کہ میری ذمہ داریاں اُن سے بھی بوجھل ہیں۔ فرائض کو بھلا انسان ایک دوسرے پر کیا عائد کر سکتے ہیں۔ انہیں تو زندگی خود اپنے ساتھ لاتی ہے۔

فکر

مَیں اپنی فکر آپ نہ کروں تو کیا اپنے آپ کو دوسرے کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں؟

ایجادات

دنیا کے تمام لوگ ہم خیال ہوجائیں تو ایجادات کی راہیں مسدود ہوجائینگی

غمگین باتیں

غمگین باتیں مت کرو۔ کہ دنیا پہلے ہی بہت غمگین ہے۔

رزّاق

تم رزاق کہلاتے ہو لیکن تم نے تو میرے ہاتھوں میں پتھر کوٹنے والا ہتھوڑا پکڑا دیا ہے۔ اور ان کے ہاتھوں میں میرے رزق کی کنجیاں تھما دی ہیں۔ جو میری محنت کی صحیح قیمت بھی ادا کرنا نہیں جانتے۔

محبّت کا نشہ

شراب اور دیگر نشیلی چیزوں سے خوف نہ کھا۔ محبّت کے مقابلے میں کوئی نشہ دیرپا نہیں ہوتا۔

عِلم

ہر گزرتا ہوا دن ایک استاد ہے۔ اور انسان ایک طالب علم۔

شک

شکوک تیرے دل پر اس طرح جم گئے ہیں جس طرح ندی کے کناروں پر کائی۔

محبّت کی وادیاں

اگر تمہارے دل پر غصّے اور انتقام کی رات چھا گئی ہے۔ تو آ میں تمہیں ان وادیوں کی طرف لے چلوں جہاں محبت کا سورج نکل رہا ہے۔

ردِّ عمل

وہ شراب اس لئے پیتا ہے کہ تو اس کے لئے شراب نہ بن سکی۔ اور وہ سازِ دل اس لئے بہلاتا ہے کہ تو اس کیلئے کوئی گیت نہ بن سکی۔

انسانیت

میرے خیالات وہاں بھٹکنے سے بھی انکار کرتے ہیں جہاں انسانیت کا چہرہ مایوس نظر آئے۔

سرمایہ دار مسکراہٹ

میں نے سرمایہ دار چہروں کی مسکراہٹوں کو دیکھا جو آنسوؤں سے زیادہ دردناک تھیں۔

وہ باتیں

گو ہر بات معاف کی جاسکتی ہے۔ لیکن وہ باتیں معاف نہیں کی جاسکتیں جو دل کا خون کرتی ہیں۔

خودغرض

محبت ہمیشہ خودغرض ہوتی ہے۔ فرض شناس نہیں۔

رفیق

جہاں تم کو صداقت خلوص اور پیار نظر آئے۔ صرف وہیں دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ۔ ورنہ تمہاری تنہائی ہی تمہاری بہترین رفیق ہے۔

خط

کبھی کبھی خط لکھنا اتنا مشکل ہو جاتا ہے، جتنا بے روزگار کے لئے روٹی تلاش کرنا۔

پُرانے کھلونے

تم کھیلوں میں اس قدر منہمک ہو جاتے ہو کہ پرانے کھلونوں کو بالکل بھول جاتے ہو۔ اور ٹوٹے پھوٹے کھلونے پھر بھی امید رکھتے ہیں کہ تم ایک بار پھر ان سے ضرور کھیلو گے۔

معصومیّت

اگر تم نے کسی پاکیزہ دل کی نرمی اور معصومیّت کو نہیں دیکھا تو اس

نوشگفتہ گلاب کو دیکھو جس کا ابھی ابھی شبنم نے منہ دھویا ہے۔

صحرا

میں دیر تک جب کسی حسین شے کو نہیں دیکھ پاتی۔ تو ایسے محسوس کرتی ہوں کہ کسی خشک صحرا میں بھٹکتی رہی ہوں۔

انداز

کبھی کبھی حسن سے زیادہ انداز بھا جاتے ہیں۔

اک ترے جانے سے پہلے اک ترے آنے کے بعد

تم جاتے ہو تو اپنے پیچھے ایک تاریک شب چھوڑ جاتے ہو۔ اور جب آتے ہو تو۔ روشن صبح کو ساتھ لاتے ہو۔

جنّت اور جہنّم

نہ کوئی جنت ہے اور نہ کوئی جہنم۔

جنت اپنے ارادوں کی تعمیر کا نام ہے
اور جہنم اپنے پیدا کئے ہوئے غموں کی آگ کا۔

ترقّی

اگر لوگ تیری مخالفت کرتے ہیں۔ تو تو ان سے خوف نہ کھا۔ ان کی مخالفت ہی تیرے لئے ترقی کی راہ کھولتی ہے بشرطیکہ تیرے ارادوں کی مشعل جلتی رہے۔

جب اور اب

جب وہ شریف تھا، تو لوگ اس کو آوارہ خیال کرتے تھے۔ اور اب وہ آوارہ ہو گیا تو لوگ اس کو شرافت کا مجسّمہ سمجھنے لگے ہیں۔

بلند تر

وہ مرد کتنا بلند نظر ہے جس کی بیوی اچھی خاصی بدصورت ہے۔ اور وہ اُس کے ساتھ سچّی محبّت کرتا ہے۔

بھوک اور موتی

مزدوروں کے جلسے میں جو نظم تم نے پڑھی وہ خوب تھی۔ خیالات کی بلند پروازی کا کیا کہنا۔ لیکن کیا سمندروں کی تہوں سے موتی نکال کر کسی بھوکے شخص کو پکڑا دو گے تو اُس کی بھوک مٹ جائے گی۔ یا کیا وہ اُن موتیوں کی پرکھ کر سکے گا؟

دو عورتیں

وہ دہقان عورت جو اپنے ہاتھوں سے کھانا تیار کر کے اپنے کسان خاوند کو کھیتوں میں جا کر کھلا آتی ہے۔ اس عورت سے کہیں زیادہ (محبّت) اور مسرت کی مالک ہے۔ جو اپنے خاوند کی محبّت اور خوشی کا خیال کئے بغیر نصف رات تک کلب میں بیٹھی ہوئی دوسروں کے ساتھ خوش گپّیوں میں مصروف رہتی ہے۔

مثبت، منفی

کسان عورت سے میں نے کہا کہ تم بہت خوش نظر آ رہی ہو۔

وہ مسکرائی اور کہنے لگی۔ "ہاں خوشی میری باتوں میں اس طرح بہہ رہی ہے۔ جس طرح ان ہرے ہرے کھیتوں میں پانی۔ اور غم میرے پسینے سے اس طرح گر رہا ہے۔ جس طرح پکے ہوئے خوشوں سے گیہوں کے دانے۔ جب فصل پک کر تیار ہوتی ہے۔ تو میری خوشی کا ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ لیکن جب آندھی کے طوفان ان ڈھیروں کو اُڑا لیتے ہیں تو میرے غم کی انتہا ہو جاتی ہے۔

احساسِ حسن

جب میں کسی حسین شے کی تعریف کرتی ہوں تو بعض لوگوں کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ بے ساختہ کھیل جاتی ہے۔ لیکن میں خوش ہوتی ہوں۔ کہ میری نگاہ میں احساس حسن موجود ہے۔

تاج شاہی

میں اپنا تاج شاہی اس شخص کے قدموں میں ڈال دوں گی۔ جو مجھ کو محبت کا نذرانہ دے گا۔ خواہ وہ بھکاری ہی کیوں نہ ہو۔

حیرت

جب تم نے اپنی زندگی کو ریشم اور زربفت میں لپیٹ کر نرم و ملائم بنا رکھا ہے تو حیرت ہے۔ کہ تمہارے دل پتھر کی مانند سخت کیوں ہیں۔

غار

محبت سے خالی دل اس تاریک غار کی مانند ہے جس میں داخل ہونے سے جانور بھی خوف کھاتے ہیں۔

خرید و فروخت

کتنا بلند پایہ ہے۔ وہ انسان جس نے دل کو محبت سے خریدا ہے اور کتنا کمینہ ہے وہ۔ جو دل کو پیسے کے عوض بیچ دیتا ہے۔

اجنبیّت

اس نے کہا۔ دنیا بہت وسیع ہے۔ آؤ ہم دونوں اس کی وسعتوں

میں گم ہو جائیں۔ اور ایک دوسرے کیلئے اجنبی بن جائیں۔

مَیں نے کہا۔ نہیں۔ اس سے کہیں بہتر تو یہ ہے کہ ہم اجنبیت کو ترک کر دیں۔ اور ایک دوسرے میں کھو جائیں۔

جراَتِ انکار

وہ سُن چکی تھی کہ جب اس کی ماں نے جبراً اقرار کیا تھا۔ تو اس کے ہونٹوں تک ایک چیخ آکر رُک گئی تھی۔ اور اس کا مقدر ہمیشہ کے لئے روٹھ گیا تھا۔ لیکن جب اس کے سامنے نکاح کا رجسٹر پیش کیا گیا تو اُس نے ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ اُسے دیکھا اور کہا کہ میرا دل کسی اور کو قبول کر چکا ہے۔ تب خوشی اس کے لئے بچّے کے ہونٹوں کا باجہ بن گئی تھی۔ اور بغاوت سماج کا منہ چڑانے لگی تھی۔

اگر ہم اجنبی ہیں

اس نے اپنے محبوب سے کہا۔ محبت کے بغیر میں اس بنجر زمین کی طرح ہوں جس پر کبھی پانی نہیں برسا۔ میرا دل گرم صحرا میں جلتے ہوئے

پیروں کی طرح آبلوں سے زخمی ہے۔ کیا تو مجھے اجازت دے گا کہ میں تیرے دل کے نرم و گداز اور خنک سبزہ زار کو زندگی بھر کے لئے اپنی منزل بنالوں۔ اس کے محبوب نے اس کو جواب دیا۔

میری محبوبہ آ کہ میں تیرا منتظر ہوں۔ میرا دل گو ایک سبزہ زار ہے مگر اس میں محبت کے پھول ابھی تک نہیں کھلے۔ میں محبت سے مایوس نہیں ہوا تھا۔ مجھے یقین تھا۔ کہ بہار ضرور میرے قریب سے گزرے گی۔

میرے ہاتھ اشرفیوں سے خالی ہیں۔ پر میرا دل محبت سے بھرپور ہے۔ تمہاری آنکھیں جن میں نور کی جھیلیں بہتی ہیں۔ اگر مجھے پہچانتی ہیں۔ کہ ہم اجنبی نہیں ہیں تو آ میرے نرم گداز دل کے قریب آ۔ اور اپنی محبت کے نقش چھوڑ اور مجھے اجازت دے کہ میں تیرے زخمی پیروں پر اپنے ہونٹ رکھ دوں۔

بڑھاپا

تمہاری آنکھوں سے پیار کی نشیلی دھند آہستہ آہستہ غائب ہوتی جارہی ہے۔ جس میں مَیں نے اپنی صبح حیات کو انگڑائی لیتے ہوئے

دیکھا تھا۔ کیا تم ان بوسوں کا تصوّر نہیں کرو گے جو کلیوں کے سینے چاک کرتے ہیں اور پھولوں سے تازگی کے کرشمے اور کیفیات جمع کرتے ہیں۔ اور رُوح کو خوشی کی شراب پلاتے ہیں۔

میرے دل کو محبت کی مرمریں انگلیاں جوانی کا سہارا دیتے ہوئے تمہارے قریب لا رہی ہیں۔ اپنے پیار کا ہاتھ بڑھا کر تھام لو۔ ورنہ یہ تمہارے خیالات کی معمولی سی لغزش سے بھی ٹوٹ جائیگا۔ اور یہ مئے سہ آتشہ بکھر جائے گی۔ اور ہم دونوں یکایک بوڑھے ہو جائیں گے۔

میرا ڈرائنگ رُوم

ایک روز میں اپنے ڈرائنگ روم کی خوبصورتی بڑھانے کے لئے چینی کے خوبصورت گلدان میں مختلف رنگ کے پھولوں کو سجا رہی تھی یکلخت میرا گلدان کسی بھکاری کی آنکھ کی طرح چھلکا۔ اور مجھے اپنے کشکول کے ٹکڑے گنانے لگا۔ اور پھر جب میں کونے میں رکھے ہوئے وینس کے اس بُت کے ہاتھ میں شمع کو جلتے ہوئے دیکھنے لگی۔ تو اس میں مجھے اس کمسن دوشیزہ کا دل جلتا ہوا دکھائی دیا۔ جو عالم دوشیزگی میں بیوہ ہو گئی

تھی۔ اور جس کے لئے سماج نے اتنی بھی جگہ نہیں چھوڑی تھی جتنی میرے کمرے میں رکھے ہوئے اس بُت کے لئے۔ اور جونہی میں ایک قدم اٹھا کر چلنے لگی تو میرے قدم ان نرم گداز قالینوں کے بجائے کسی دلدل میں پھنسنے لگے۔۔ اُف۔۔ کتنی ایسی عورتیں ہیں جن کے پَیر گرم چلچلاتی ہوئی دھوپ میں محنت اور مشقت کے لئے اُٹھ رہے ہیں۔

(۲)

میری سانس میرے گلے میں پھنس گئی۔ اور وہ طلائی مالا جو میرے گلے میں چمک رہی تھی۔ مجھے کسی بے گناہ قیدی کی زنجیر کی طرح چبھنے لگی۔ اور زندگی مجھے بوجھل اور بے سود نظر آنے لگی۔

قدامت پرستی

دراصل قدامت پرستی یہ ہے۔ کہ کھوئی ہوئی مسرتوں کے غم میں گھلتے رہیں اور مستقبل کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں۔

محبّت کا رشتہ

مرد اور عورت کے درمیان محبت کا رشتہ خوشبو کی مانند ہے جن پھولوں میں خوشبو نہیں ہوتی، وہ نظروں کو فریب میں مبتلا ضرور کر دیتے ہیں۔ پر رُوح کو معطّر نہیں کر پاتے۔

محبّت اور آنسو

وہ کہتا ہے محبّت خود آنسوؤں سے محبّت کرتی ہے۔ میں کہتی ہوں محبت آنسوؤں سے بُجھ جاتی ہے۔

جنس اور محبّت

وہ کہتا ہے۔ جنس محبّت ہے اور محبّت جنس ہے۔ میں کہتی ہوں۔ محبّت وہ ابدی آگ ہے۔ جو جنس سے پہلے بھی اور جنس کے بعد بھی جلتی رہتی ہے۔

ہار اور جیت

اچھے کھلاڑی کو ہمیشہ اپنی جیت کے گھمنڈ میں نہیں رہنا چاہئے کیونکہ دنیا میں ہار کا وجود بھی ہے۔

کنول اور عورت

وہ عورت جو گھر کی اور بچوں کی ذمہ داریوں میں کھو کر خاوند کی محبت اور اپنی زیب وزینت سے بالکل لاپرواہ ہو جاتی ہے۔ وہ اس کنول سے کیوں نہیں کچھ سیکھتی جو جوہڑ کے پانی میں رہ کر بھی اپنی دلکشی نہیں کھوتا۔

جستجو

تیری خوابگاہ کی کھڑکی ہرے ہرے کھیتوں میں کھلتی ہے۔ میری جستجو رات کی سیاہی میں ٹھوکریں کھاتی ہوئی اس کھڑکی سے ٹکراتی ہے۔ نیچے کھیتوں میں شبنم گرتی ہے اور تمہاری خواب گاہ کی کھڑکی پر میرے آنسو۔

ایک ٹوٹا ہوا ماڈل

تو تاج محل ہے۔ یا شاہجہان کی آنکھ سے گرا ہوا آنسو؟ تصور دے کہ میں اس کو مکمل کر لوں۔ جو میرے دل میں ہے۔

سکون

جُدائی کی گھڑیاں بلاخیز ہیں۔ اور ملاقات کے لمحے قیامت خیز۔ سکون دونوں میں نہیں۔

وفا

میں اُن لوگوں کی قائل نہیں ہوں جو گھٹ کر مر جانے کو وفا سمجھتے ہیں۔

ظالم محبّت

تیری محبّت ظالم ہے۔ جو مرنے دیتی ہے۔ نہ جینے۔

فراق

تیرے بغیر میں اُس درخت کی مانند ہوں جو موسم بہار میں پتّوں سے خالی ہو۔

میرا دل

میرا دل آنسو بن کر بہہ گیا ہے۔ اور میں نے اس کی جدائی کو ایک طویل آہ کے سپرد کر دیا ہے۔

تیرے بغیر

تیرے جانے کے بعد یوں معلوم ہوتا ہے جیسے چاندنی کے بعد اندھیری راتیں شروع ہو گئی ہیں۔

مرگِ انبوہ

رنج و مصائب کی چٹانوں پر تنہا کھڑی گھبرا رہی تھی۔ آس پاس جب غور سے دیکھا تو لاتعداد اِنسانوں کا ہجوم تھا۔ اور وہ مجھ سے بھی زیادہ رنجیدہ اور غمگین تھے۔ میں اپنی تنہائی اور غم کو بھول کر ان میں شامل ہو گئی۔

اب نہ میں تنہا ہوں اور نہ غمگین۔

سائیں بابا

(۱)

کچھ عورتیں زیارتوں اور خانقاہوں پر خدا کو ڈھونڈنے نکلیں اور مولویوں سے پوچھنے لگیں کہ وہ ان سے تعویذ کے ذریعے برکت کے کیا دام لیں گے خانقاہوں پر دھرنا مار کر بیٹھے ہوئے مجاور اور سجادہ نشین اپنے دُہرے جسموں پر ململ اور چکن کی شفاف قمیضوں کو بجائے آنکھوں میں سُرمے کی سیاہ دھاریاں کھینچے، کانوں میں حنا کے پھاہے جمائے تکیوں سے ٹیک لگائے۔ سامنے چڑھاوے کے پیسوں کی صندوقچی رکھے ہر زیارت کرنے والے پر کڑی نگرانی رکھے ہوئے تھے۔ کہ وہ کہیں ٹیکس ادا کئے بغیر باہر نہ نکل جائیں۔ خوش اعتقاد عورتوں نے پہلے تو ان تو ندیل مرشدوں کی قدمبوسی کی اور پھر اُن سے تعویذ مانگے۔ برکت کے لئے، ملازمت کے لئے۔ محبت میں کامیابی کے لئے، حفاظت کے لئے اور اپنے خاوندوں کی بے وفائی کے لئے۔ اور پھر جاتے جاتے چند کھنکھناتے ہوئے سکے انکی وسیع جیبوں کی نذر کر گئیں۔

(۲)

اور پھر اس سائیں تانگے کو عقیدت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتی چلی جا رہی تھیں۔ جو بدن پر راکھ ملے ہوئے خانقاہ کے راستے پر کسی پیڑ کے نیچے آ بیٹھا ہے۔ اور ہر آنے والی عورت کو اپنی للچائی ہوئی نظروں سے تاکتا ہے اور بظاہر گیان دھیان میں ڈوبا رہتا ہے۔ اور جونہی کوئی تڑپا دینے والی صورت نظر آتی ہے تو اللہ کا ایک نعرہ لگا کر اس کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتا ہے — اور قریب بیٹھے ہوئے دو چار خدمت گذار بڑھ بڑھ کر تانگے سائیں کی اولیائی کی تعریف کرنے لگتے ہیں۔ کہ سائیں بابا بڑی پہنچ والے ہیں۔ بے اولادوں کو صاحب اولاد کر دیتے ہیں۔ اور قاتلوں کو پھانسی کے پھندوں سے بچا لیتے ہیں۔ اور برسوں کی برباد زندگیوں کو خوشی میں بدل دیتے ہیں۔ اس وقت خدا ان عورتوں کے بالکل سامنے آ گیا تھا۔ لیکن مارے خوشی کے وہ اس سے یہ نہ پوچھ پائیں کہ کیا ضمیر کی سیاہیاں خریدی ہوئی دعاؤں سے دھل جائیں گی۔ اور کیا ان مشکوک آستانوں پر پیشانی رگڑنے سے ہماری مرادیں بر آئیں گی —؟

پہچان

انسانی ترقی بھی کیا خوب ہے۔ کہ کوٹھیاں اور کاریں ہی زندگی کی معراج ہیں۔ اور زیور اور کپڑا اِنسان کی پہچان۔

تعریف

کسی اِنسان کی تعریف اگر دل میں ہو تو زبان پر نہیں آ سکتی۔ اور زبان پر ہو تو دل میں نہیں ہوتی۔

نفرت

جو اِنسان تمہیں بہت بُرا سمجھتا ہے۔ تم اس کی زیادہ سے زیادہ عزت کرو۔ کیونکہ وہ نفرت کر کے اپنے آپ کو پست کر لیتا ہے۔ اور تمہیں بلند رہنے کا موقعہ دیتا ہے۔

عذرِ شکایت

حب تمہیں خط لکھنے بیٹھتی ہوں تو میرے جذبات کا بے پناہ ہجوم چاروں

طرف سے میرے قلم کو روک لیتا ہے۔ اور جن جذبات کو بدقت میں قرطاس پر لے آتی ہوں۔ وہ بے جان ہوتے ہیں۔ اور تم تک پہنچتے پہنچتے خاموش ہو جاتے ہیں۔ اس افلاس زدہ مسافر کی طرح جو منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی دم توڑ دے۔

شاید اسی وجہ سے تمہیں شکایت ہے کہ میرے خطوط بے جان ہوتے ہیں لیکن ان بے پناہ جذبات کا کیا علاج ؟ جب جذبات بے جان ہو جائیں گے تو خطوط میں جان آجائے گی۔

فاصلہ

جب تیری وردی کا خاکی رنگ بالکل پھیکا پڑ جائے اور تمہارے بھاری بوٹ پھٹ جائیں اور اپنی بوسیدگی کا اظہار کرنے لگیں۔ تو تم جان لو۔ کہ میرے ہاتھوں کی مہندی کا رنگ بھی اُتر چکا ہے۔ اور آنکھوں سے کاجل کی سیاہ دھاری انتظار کے آنسوؤں میں بہہ چکی ہے۔ اور ہونٹوں کی تازگی آہوں کی گرمی نے چھین لی ہے۔

اس طویل عرصے میں سوائے تمہاری یاد اور انتظار کے باقی تمام چیزیں بدل چکی ہیں۔

سپاہی کی موت

وہ محبت کے لطیف راستوں سے گذرا لیکن اپنے مضبوط ارادوں کی کمان کو تانتے ہوئے۔ وہ سپاہی تھا۔ بہادر اور جوشیلا سپاہی۔ اس کی بہادرانہ مسکراہٹ میں ہزاروں لاکھوں ارمان مچلتے رہے۔ لیکن وہ شجاعت کا پتلا فرض کا دوست محبت کے ایوانوں کو چھوڑ کر ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں کو بھول کر مچلی ہوئی سسکیوں کو سسکتے چھوڑ کر اور راستہ روکتے ہوئے ہاتھوں کو جھٹک کر تعمیل حکم کو سینے سے لگائے ہوئے چلا گیا۔

اس نے وقت کو محبت کی سرگوشیوں میں ضائع نہیں کیا۔ وہ اپنے آپ کو ملک کی قربانی کے لئے پیش کر چکا تھا۔

موت سے کھیلتا ہوا انسان میدان جنگ میں جا پہنچا اور اپنا کام شروع کر دیا ــــــ وہ گولی کا نشانہ بن گیا۔ جب سنسناتی ہوئی گولی اس کے سینے کے پار ہوئی تو زمین کے سینے پر شور ہوا۔ فلک کانپ اٹھا اور اس کی آخری ہچکی سے فرشتوں کے دل بھی چیخ اُٹھے۔ کیونکہ وہ ایک مجاہد کی موت تھی۔ اور اس کی جوانمردی کے قصے ہر زبان پر تھے

کیا دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی سلطنت اُس کے خون کے ایک قطرے کی قیمت مجھے ادا کر سکے گی؟ میری مٹھی میں بند اس کی پنشن کے چند سکے پگھل کر میرے دل اور میری آنکھوں میں آبلے ڈال دیں گے۔

میرے بھائی۔ میرے دوست۔ میرے معصوم اور جوشیلے سپاہی کاش میں دنیا کی تمام بیکار زندگیاں تمہاری زندگی کی خاطر قربان کر سکتی اور تمہیں واپس لا سکتی۔

جنگ اور جذبات

مجھے اب بھی یاد ہے! اس نے مجھے لکھا تھا کہ مجھے جنگ کے حالات سے خوف پیدا ہو رہا ہے۔ مجھے اپنی زندگی تمہارے لئے عزیز ہے۔

مَیں نے اسے جواب دیا کہ تمہارے حوصلے کیوں پست ہو رہے ہیں؟ محبت تو ہمیشہ بہادروں کا سبق سکھاتی ہے ــــــ بزدل کی محبت فقیر کی جھونپڑی کی طرح خستہ حال رہتی ہے۔ کیا محبت ہر روز تمہیں ایک نئی زندگی عطا نہیں کرتی۔؟

اس نے پھر لکھا کہ یہ سامراجی جنگ ایسی ہے۔ جس میں ہماری محبت

جیسی قیمتی شے کی قربانی دی جائے۔ یہ تو ایک خون آشام کھیل ہو گا۔ جو انسانیت کے چہرے پر ایک بدنما داغ بن کر نظر آئے گا۔ اِس لئے میں محبت کی دنیا سے الگ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اپنے جذبات سے جنگ کر سکتا ہوں

میرے خیال میں فقیر کی جھونپڑی اس بادشاہ کے محل سے کہیں زیادہ بہتر اور قابلِ احترام ہے جو اپنی خوشی کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔

نقوشِ پا

محبت کی ان خوشبوؤں میں بس جاؤ۔ جو آج تک پھولوں کو بھی نصیب نہیں ہوئیں محبت کی میٹھی زبان بن جاؤ۔ جو آج تک کسی ساز۔ کسی راگ کسی پائل کی جھنکار کو نصیب نہ ہوئی ہو۔ محبت کے نشوں میں ڈوبے رہو تاکہ دنیا کی پریشان باتیں تمہارے قریب آنے کی جرأت نہ کریں۔ اور اس قدر محو ہو جاؤ کہ دوسروں کی برائی سوچنے کی تمہیں فرصت نہ ملے۔

اِس میں شک نہیں کہ دنیا تم پر تہمتیں لگاتی ہے۔ لیکن پھر تمہارے ہی نقوش ڈھونڈ کر اُن کے پیچھے پیچھے چلتی ہے۔

کبھی نہ کبھی

میں نے فصل بوئی کاٹی اور ڈھیر لگائے اور جب میں نے ایک دن ان ڈھیروں میں سے اپنے لئے گندم نکالنے کے لئے ہاتھ بڑھایا، تو ایک کالا سانپ اپنا پھن پھیلا کر مجھے ڈسنے کو دوڑا۔ نامراد جانے کہاں سے آ کر میری گندم پر قبضہ کر بیٹھا ہے۔ بھلا مجھ ایک کو ڈس کر وہ بچ گیا تو کیا ہوا۔ کبھی نہ کبھی تو کوئی اس کا سر کچل کر رکھ ہی دے گا

معیار

دو چاہنے والوں کا ذکر سُن کر خیال ہونے لگتا ہے۔ کہ وہ بیحد حسین ہوں گے۔ لیکن کتنا تعجب ہوتا ہے۔ جب کہ اکثر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ دونوں یا ان میں سے ایک حسین نہیں ہوتا۔ اور پھر بھی وہ ایک دوسرے پر فریفتہ ہوتے ہیں۔ شاید محبت کے لئے یہ لازمی نہیں، کہ حسن کا وجود ہو۔ حسن ایک اضافی چیز ہے۔ اور ہر نظر میں اس کا معیار الگ ہے۔ محبت ہر رنگ میں کارفرما رہتی ہے۔ کسی کو ادا بھا جاتی ہے،

تو کوئی حسین صورت پر فدا ہو جاتا ہے۔ کوئی نکھی چتون کا شیدائی ہے، تو کوئی جوانی پر مرمٹتا ہے۔ اور اس کے بعد جب دلوں میں تمنائیں اور آرزوئیں ہنگامہ خیز ہوتی ہیں۔ تو نسل انسانی عشق و محبت کی مٹی ہوئی دیواروں پر نئی عمارت استوار کر لیتی ہے

بدمست جوانیاں

(۱)

ان سے گھبراتی بھی ہیں۔ اور ان کو چاہتی بھی ہیں۔ ہوشربا اور دوشیزگی میں لپٹی ہوئی بدمست جوانیاں بلغزش سے خوفزدہ، کچھ محتاط بھی ہیں اور کچھ بے باک بھی۔ ہائے کوئی ہمیں دیکھ نہ لے۔ زیر لب ہے اور دکھا دینے کے پورے سامان بھی ہیں۔ زبان اقرار نہیں کرتی۔ ہونٹوں پر مسکراہٹوں کے سیلاب یہ کہتے ہیں کہ ہم ان کو چاہتی بھی ہیں اور ان سے گھبراتی بھی ہیں۔ گردن کے خم نے حسن کا انداز بدلا۔ بازوؤں نے انگڑائی لی۔ سینے کی دھڑکنوں سے آنچل ڈھلک پڑے اور جستجوئے پنہاں جھلکنے لگی۔

باریک اور رنگین اوڑھنیوں کے بے ترتیب آنچل کبھی نہ کبھی، کہیں

نہ کہیں کسی خار سے لپٹ ہی جاتے ہیں۔ گو آنچل چھڑا لیتی ہیں۔ پر کچھ تار چھوڑ آتی ہیں۔ اور اک لذّت خیز چبھن لے آتی ہیں۔ اور گنگنانے لگتی ہیں کہ ہم ان سے گھبراتی بھی ہیں اور اُن کو چاہتی بھی ہیں۔ ہوشربا دوشیزگی میں لپٹی ہوئی بدمست جوانیاں۔

جوانی کے جام

جب کسی مرد کو کسی عورت سے جوانی کے جام ملتے ہیں تو وہ سب کچھ بھول کر دیوانہ وار اس پر چھا جاتا ہے لیکن جب وہ جام ختم ہونے لگتے ہیں یا اُن میں پہلا سا کیف باقی نہیں رہتا تو وہ یک لخت ہوش میں آجاتا ہے اور بھولی ہوئی باتوں کو یاد کرنے لگتا ہے۔ اور باتیں نشہ کانٹوں کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ وہ پھر نئی راہوں اور نئے میخانوں کی تلاش میں نکل جاتا ہے وہ نہیں چاہتا۔ کہ یہ شراب کبھی ختم ہو اور وہ یوں ہی اُن کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہے۔ وہ بیچارا یہ نہیں جانتا کہ جوانی کی شراب تشنگی دور نہیں کرتی۔ اسے اور بھڑکا دیتی ہے۔ اور وہ محبّت ہی کے جام ہیں۔ جن میں انسان کو دائمی راحت مل سکتی ہے۔

عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

میرے تصورات کا سلسلہ لامتناہی ہے۔

تیری محبت آزادی کے رازوں کا انکشاف کرتی ہے۔ تیرے گیت پہاڑی چرواہوں کے ہونٹوں سے ٹکرا ٹکرا کر میرے کانوں تک پہنچ رہے ہیں تیری محبت کے بوسے میری زندگی کے لبوں پہ بیداری کی مہر ثبت کرتے ہیں اور تیری سانسیں میری سانسوں سے اس طرح ٹکرا جاتی ہیں۔ جس طرح سمندر کے سینے سے اٹھتی ہوئی نم آلود ہوائیں کشتی بانوں اور مچھیروں کے لباسوں سے ٹکرا ٹکرا کر ان کو طوفان سے بے خوف بنا دیتی ہیں۔

تیری باتیں مجھے خانہ بدوشوں کی بستیوں میں لے جاتی ہیں۔ جہاں باہر کھلے میدانوں میں چاندنی کے شامیانے تلے سیاہ بالوں اور مرمریں زلفوں والی خانہ بدوش دوشیزائیں اپنے دف بجا رہی ہیں اور خوشی اور آزادی کا ناچ ناچ رہی ہیں۔ اور جہاں بچے ہوائیں پتوں کی سیٹیاں بجاتے پھر رہے ہیں۔ اور کوئی انہیں کچھ نہیں کہتا۔

میرے تصورات کا سلسلہ لامتناہی ہے۔

ایک یاد

تمہاری آواز مسرتوں سے لبریز ایک جام تھی اور تمہاری گفتگو مقدس کتابوں کی طرح روشن اور پاکیزہ ــــ تمہارے قہقہے آبشار کے ترنّم کو شرمندہ کئے دیتے تھے۔ تمہارے احمریں ہونٹ صہبائے محبّت انڈیلتے تھے۔ اور روحِ جمال کے گیت گانے پر مجبور ہو جاتی تھی ــــ اور اب تمہاری میٹھی آواز پہلے کی طرح میرے کانوں سے نہیں ٹکرائے گی ؟

مجھے دونوں سے پیار ہے

آنسو گیتوں کو جنم دیتے ہیں۔ اور مسکراہٹ اپنے ریشمی پردوں سے اُن کو سمیٹ لیتی ہے۔ جب خوشی میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ کا بوسہ دینے آتی ہے۔ تو آنسو غم کی شاخ پر کلیوں کی مانند پھوٹ پڑتے ہیں ــــ کئی دفعہ آنسوؤں نے مجھے سمندر کی گہرائیوں میں ڈبو دیا اور مسکراہٹوں نے ساحل پر اچھال دیا۔ کتنی ہی مرتبہ مسلسل مسکراہٹوں کا سیلِ رواں مجھے بہا کر زندگی کے حقائق سے دُور لے گیا۔ اور آنسوؤں نے از سرِ نو زندگی کی دہلیز پر لا کر

کھڑا کر دیا۔ مجھے آنسوؤں اور مسکراہٹ دونوں سے پیار ہے۔

بے داغ چناؤ

دو کانوں پر سجے ہوئے ان سیبوں میں سے ایک بے داغ سیب چن لینا میرے لئے انتہائی مشکل ہو رہا ہے۔ جو بظاہر تازہ اور نظر فریب ہیں۔ پر اس کا کیا علاج کہ یہ خراب موسم کی پیداوار ہیں۔ خدانخواستہ میرا ہاتھ کسی داغ دار سیب پر جا پڑے۔ تو میرے دل کا کیا حال ہوگا جو ہمیشہ سے ایک ستھرے اور بے داغ پھل کی جستجو کر رہا ہو۔ پھر اس متاع محبت و صداقت کے ضائع جانے کا مجھے کتنا دکھ ہوگا جس کو میں زندگی کے نشیب و فراز سے ہمیشہ بچاتا رہا ہوں ؟

ایک جذبہ

اس نے محسوس کیا کہ یہ ننھی سی نازک کلی جو میری جھولی میں ڈال دی گئی ہے۔ یہ تو ابھی دوشیزگی کی انگڑائی بھی نہیں لے سکی۔ میری عمر رسیدہ سانسوں کی تاب کیسے لا سکے گی ؟ یہ تو خوابوں کی دنیا میں سوئی ہوئی ہے

ابھی تو اس کی نیند بھی پوری نہیں ہوئی۔ کون ظالم ہے۔ جو اس کو جگائے۔ یہ جبر و تشدّد کے لیے نہیں ہے۔ اس کو تو محبّت کی شاخ پر کھلنے کیلئے کچھ دن اور آزاد چھوڑ دینا چاہئے تھا میں بہاروں کا انتظار کروں گا۔ کوئی شباب آگیں ہاتھ کسی مہکے ہوئے پھول کی طرف بڑھے گا تو میں یہ کلی تحفتاً اس کو پیش کروں گا۔

نقالی

ہم سب نقال ہیں۔ جو نقل کو اصل سے بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر قدرتی اور فطرتی حسن کی دلفریبیوں کو کھو بیٹھتے ہیں۔

نیند

میری خوابگاہ کی کھڑکیوں میں سحر کی سرمئی روشنی اندر داخل ہو رہی تھی۔ فضا میں سرسراہٹ ہوئی۔ اور میں نے تیرے قدموں کی آہٹ سُنی۔

نیند ظالم اُسی وقت میری انکھڑیوں پہ گہرے خواب کے بوسے دینے لگتی ہے۔ جبکہ تو میرے قریب پہنچنے والا ہوتا ہے۔

جھوٹی تسکین

غمگین انسان ہمدردی کے چند الفاظ کو ہفت اقلیم کے خزانے کیوں سمجھنے لگتے ہیں۔ کیا رسمی باتیں انسان کے غم کو دور کر سکتی ہیں۔ میرے غم نے مجھے بارہا اس لئے رلایا ہے۔ کہ لوگوں کی جھوٹی تسکین نے مجھے ضبطِ غم کے حوصلے سکھانے چاہے ہیں۔ جس سے میرے غم میں کوئی کمی تو نہیں ہوئی۔ مگر غصے کی آگ بھڑک اُٹھی اور میں سمجھی کہ لفظی تسلی میرے غم کا مذاق اُڑا رہی ہے۔

آزادی —— مجبوری

اگر وہ تجھ کو دوسروں کیلئے دعوت کے لئے دعوت نظارہ بننے سے روکتا ہے تو تو ناراض نہ ہو۔ کیونکہ وہ تجھ سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ اور تجھے صرف اپنے لئے سمجھتا ہے۔ اگر وہ تیرے نیم عریاں لباس پر اعتراض کرتا ہے تو تُو اس کو تنگ نظری خیال نہ کر۔ بلکہ خوش ہو کہ وہ تم کو ملفوف دیکھنا چاہتا ہے۔ خوشبو ہمیشہ پھول کے سینے میں مستور رہتی ہے۔ موتی سمندروں

کی گہرائیوں میں صدف کی آغوش میں پلتے ہیں اور محبت دل میں چھپی ہوتی ہے۔

وہ دِل سے مجبور انسان تجھے اِس قدر بلندیوں پر دیکھنا چاہتا ہے، جہاں کثیف ہواؤں کا گذر ہو۔ نہ حریص نگاہوں کی پہنچ۔ پھر تجھ کو کیا اعتراض ہے۔ جبکہ تو نے خود کو اس کی محبت کے سپرد کر دیا ہے۔ محبّت کے حکم تم نہیں مان رہے۔ اسے تو محبّت کے دِل مان رہے ہیں۔

تم دونوں بے اختیار ہو۔ محبّت تم سے کوئی اجازت نہیں چاہتی۔ وہ آزاد ہے۔ آزاد رہے گی۔ تم مجبور ہو۔ مجبور رہو گے۔

کوشش ناتمام

تم نے دیکھا ہے کبھی؟ کہ بہار کے رخصت کے بعد بھی پھولوں کی دلدادہ شہد کی مکھیاں فضا میں بھنبھناتی رہتی ہیں۔ گو خشک ٹہنیوں میں سے انہیں کچھ نہیں ملتا۔ لیکن اُن کی جستجو جاری رہتی ہے۔ آخر کیوں؟ کیا ان کو امید ہوتی ہے۔ کہ ان خزاں رسیدہ خشک ٹہنیوں میں سے انہیں مٹھاس حاصل ہوگی جو وہ زندگی کے تمام موسموں میں کھاتی رہیں گی؟

اُفق کے اُس پار

ہمارا جہاز سمندر کی لہروں پر آہستہ آہستہ ڈول رہا ہے۔ لہروں کے اضطراب میں اپنے دل کی بیقراریوں کا عکس پاتا ہوں۔ میری نظریں دُور شفق کے کناروں سے جا ملی ہیں۔ جن کے آتشیں لب سمندر کی نیلاہٹوں کو چُوم چُوم کر ان کو آتش سیال بنا رہے ہیں

مجھے سمندر کی رفتار سست معلوم ہوتی ہے۔ کاش میں آسمان پر اڑتے ہوئے پرندوں کے ساتھ ایک ہی لمحے میں سمندر کی حدود کو پار کر کے تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔

جی چاہتا ہے

جی چاہتا ہے ـــــ کہ تمہارے پیروں کو آنکھوں سے لگا لوں جو تمام دن بھاری بوٹوں میں بند رہتے ہیں ـــــ تمہاری انگلیوں کے پوروں کو چُوم لوں جو تمام دن بڑی بڑی فائلوں پر قلم چلاتی رہتی ہیں۔ اور تمہاری نظروں کو پیار کر دوں جو پہروں اپنے فیصلوں پر غور کرتی

ہوتی ایک ہی جگہ ٹکٹکی باندھے رہتی ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ تمہارے الفاظ کی تلاوت کروں جو مجرم کو نرمی سے مخاطب کرتے ہیں۔ اور تمہارے فیصلوں کے سامنے سر جھکا دوں جن میں اکثر معافی مسکرا رہی ہوتی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ تمہارے قدموں میں اپنا مقام تلاش کروں کہ یہ قدم صرف آزادی اور انصاف کی حفاظت کے لئے اُٹھتے ہیں۔

ایسے کہاں

غریبوں کے جذبے ہمدردی چاہتے ہیں۔ اور امیروں کے تعریف ایسے لوگ کہاں ہیں۔ جو ہمدردی چاہتے ہیں نہ تعریف۔

محروم

دوسروں کی راحت کا سامان ڈھونڈنے والے خود راحتوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔

وہم

تو مجھے اپنے ساتھ لے جا۔ میں تیرے خیمے کی رسیاں باندھا کرونگی

اور تیری وردی کو درست رکھوں گی۔ اور جب تو واپس آئے گا تو تیری تھکاوٹوں کو اپنے دامن میں بھر لوں گی۔ اور تیرے زخموں کو اپنے ہونٹوں کے مرہم سے مندمل کر دوں گی۔

بہار و خزاں

محبت کی خزاں بہار کی رنگینیوں کو بھی میرے لئے بے رنگ کر جاتی ہے

سجدے

میں اپنے خدا کو بہت سے سجدے اس لئے کرتی ہوں کہ وہ مجھے محبّت بھرے دلوں کے قریب رکھتا ہے۔

میری زندگی

خشک روٹیاں کھانے والوں اور خونِ دل پینے والوں کے خشک چہروں اور بے رنگ آنکھوں کو دیکھ کر میری زندگی کم ہونے لگتی ہے۔

قہقہہ اور مسکراہٹ

کھلے کھلے قہقہوں کے مقابلے میں ایک مبہم سی پرخلوص مسکراہٹ بہت زیادہ قیمتی ہے۔

قیامت

قیامت آجائے گی اس گھڑی جبکہ میں خود کو یا تم کو محبت میں ایک لمحے کے لئے بھی لاپرواہ پاؤں گی۔

ہرجائی عورت

ہرجائی عورت۔ ہرجائی مرد کا اگالدان ہے۔

سانولی رنگت

سانولی رنگت بادلوں کی مسکراہٹ ہے جو کبھی کبھی دل پر اچانک برس جاتی ہے۔

بھُوک

اُس نے نہایت پُر درد لہجے میں دوکانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہ جو ہمارے لئے پھلوں اور مٹھائیوں کی دوکانیں سجائے بیٹھے ہیں۔ بھوکے بلیوں کی طرح خشک اور پھٹی پھٹی نظروں سے اُن کی طرف دیکھتے رہتے ہیں۔ اور کھاتے نہیں ہیں۔ کیا اُنھیں ہر وقت یہی خوف رہتا ہے۔ کہ اگر وہ ان کو کھائیں گے تو روٹی سے محروم ہو جائیں گے؟

یہ ہاتھ کی لکیریں

تمہارے انتظار میں ہاتھ کی ٹیڑھی ترچھی لکیروں کو زندگی کے خاکے سمجھتی ہوں۔ اور ان میں محبت کے رنگ بھرتی ہوں۔ بے خودی کے جام لنڈھاتی ہوں۔ اور نشہ اور کیفیتوں میں کھو جاتی ہوں۔
جب تک نہ آجاؤ۔ یہی کھیل میری تنہا زندگی کا سہارا ہے۔

نذرانہ

رات کی سیاہ خاموشیوں میں جب تمام دنیا غموں اور تفکرات

سے آزاد ہو کر نیند سے ہم آغوش ہوتی ہے۔

اس وقت میں تمہاری یاد میں تمہاری تمام تر کاوشوں اور کاہشوں کا خیال کرتے ہوئے تمہیں اپنے آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرتی ہوں - اور پوچھتی ہوں کہ تم کہاں چھپ گئے ہو؟

دو عورتیں

ایک عورت سے دوسری عورت نے کہا کہ تیرا جسم زیورات سے خالی ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ میرا دل محبّت سے بھرپور ہے۔

سامنا

ہم خطوط میں اپنے جذبات کا اظہار کر لیتے ہیں لیکن جب سامنا ہوتا ہے تو گونگے ہو جاتے ہیں۔

فیصلہ

اس کی محبّت کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ مجھے اپنے سوا کچھ اور نہیں سوچنے دے گی۔

محبّت کی دولت

محبت میں میری حالت اس امیر کی طرح ہے۔ جو بیشمار دولت کی وجہ سے بے شمار خطروں کا شکار بن جاتا ہے۔

ضِدّی

محبت اس بے سمجھ بچّے کی طرح ہوتی ہے۔ جو اپنی ضِد پر قائم رہتا ہے۔

زندگی اور موت

ناصح کہنے لگا کہ موت کے بعد اصل زندگی شروع ہوتی ہے اور شاعر کہنے لگا کہ محبت کے بعد میں شاعر کی بات پر یقین لے آئی۔ کیونکہ مجھے ہمیشہ زندہ رہنے کی تمنا رہتی ہے۔

قِسمت

وہ جو قسمت کے لکھے پر یقین کر کے بیٹھ رہتے ہیں۔ اپنے آپ کو ایک بڑی غلط فہمی میں مبتلا کر لیتے ہیں۔

موت کا قرض

موت ہماری زندگیوں سے غم کا سود مانگتی ہے جس طرح بنیا قرض کے ساتھ۔

آنسو

انتہائے غم میں آنسو ٹپک پڑتے ہیں۔ اور انتہائے مسرت میں بھی۔ یہ دونوں انمول ہیں۔

تفاوت

پھول کی پتیوں پر شبنم کا لرزنا فطرت ہے اور پلکوں پر آنسوؤں کا جھلملانا اِنسانیت۔

محبّت کے بغیر

محبّت کے بغیر رشتۂ ازدواج اس جوئے کے مانند ہو جاتا ہے جس میں دو بیلوں کے گلے بندھے ہوئے ہوں۔

خلوص

خلوص اور یگانگت پیدا کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ انسان دوسرے کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دے۔

سہارے

زندگی امید دل پر قائم ہے۔ اور امیدیں محبت پر۔

التجائے بے سود

چاہے میری چیخیں تیرے قدموں میں زنجیر کی کڑیاں بن جائیں اور میرے آنسو تیری راہ میں دریا بن کر حائل ہو جائیں تیرے مجاہدانہ قدم نہیں رک سکیں گے۔

نعرے

اقتدار کی عمارت بڑی شاندار ہے لیکن کیا یہ نعروں کی بنیاد پر ایستادہ نہیں؟ اور جب یہ نعرے خاموش ہو جائیں گے۔ تو — !

گرد

محبّت کی پلکوں پر گرد جم گئی ہے۔ کاش مجھے تیری محبّت بھری میٹھی باتوں کی شبنم کے چند قطرے پھر سے مل جائیں۔ تاکہ میں اس گرد کو دھو ڈالوں۔

سخت اور ملائم

محبّت چابک کی طرح سخت ہے، اور پھُول کی طرح ملائم

محبّت کے سامنے

محبّت کے سامنے میں نے اپنا دِل اِس طرح کھول کر رکھ دیا ہے

جس طرح پھُول موسم کے سامنے۔

محبّت کا خزانہ

میرے دل میں محبّت کا خزانہ دیکھ کر۔ فراق کا ظالم ہاتھ

ہمیشہ اس کو لوٹنے کے لئے تاک میں رہتا ہے ۔

تضاد

خیالات کا تضاد مجھے ایک میٹھے درد کی طرح تمہارے قریب رکھتا ہے

راہِ محبّت

زندگی کی بڑی سے بڑی فکر اور بڑی سے بڑی خوشی مجھے محبّت
کی راہ سے بھٹکا نہیں سکتی ۔

موت کا راستہ

جس روز میں تم سے پیار کی باتیں نہیں کرتی مجھے یوں محسوس ہوتا
ہے جیسے میں زندگی سے روٹھ کر موت کے راستے پہ جا بیٹھی ہوں ۔

انتقام

جس نے تمہارے لئے اپنے جسم کی دوکان سجائی ہے ۔ کیا

وہ کسی بھی شریف عورت سے کم عزّت کی مالک ہے؟ سماج خفا ہوتا ہے تو کیا غم۔ سماج کی دُنیا میں اس کے لئے جگہ نہ رہی تھی۔ سماج نے اُس کو دھتکار کر باہر کیا۔ تو اُس نے سماج کے سربلند قانون والوں کو اپنا جسم پیش کیا — تم اس کی عالی ظرفی کی تعریف کرو۔ کہ تمہاری شرافت پر قہقہے نہیں لگاتی۔ بلکہ نہایت ہی پُر محبت انداز سے اسے لُوٹتی ہے وہ مظلوم ہے۔ اور اس کا انتقام حسین ہے۔ اِس لئے وہ ہم سے زیادہ عزّت کی مالک ہے۔

تھکن

تمہاری جُدائی کے زمانے اتنے طویل ہو گئے ہیں۔ کہ امید کے قدم بھی رُکنے لگے ہیں۔ اور انتظار کی بانہیں بھی تھک کر گرا چاہتی ہیں

مقصدِ حیات

کاش! خدا مجھ سے میری زندگی کا نصف حصّہ جو میں تم سے دور رہ کر بسر کر رہی ہوں۔ لے لے اور نصف تمہارے قریب رہنے

کے لئے بخش دے تو میں اس نصف حصّہ زندگی کو عمرِ خضر سمجھ لوں اور تمہاری معیّت میں گذارے ہوئے لمحوں کو ابدی سمجھ کر زندگی کا مقصد پالوں۔

پہنچتے پہنچتے

تمہاری محبّت کا جام میرے لبوں تک پہنچتے پہنچتے میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے۔

نہ جانے کیوں؟

بعض لوگ میرے حالات سُن کر مجھ سے ہمدردی کرتے ہیں اور بعض قہقہے لگاتے ہیں حالانکہ مجھے نہ کسی کی ہمدردی سے تسکین ہوتی ہے اور نہ قہقہوں سے دُکھ۔

حماقت

ہم میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو ایسے مقامات پر جہاں اُن کا اپنا عمل بیکار ہو جاتا ہے۔ دوسروں کی حماقت سے فائدہ اُٹھا لیتے ہیں۔

جذباتی

جو مرد کسی کو دیکھ کر مجنونانہ کیفیت اختیار کر لیتا ہے۔ اس کے جذبات دیرپا نہیں ہوتے۔

سزا

دوسروں کے جذبات کو قتل کرنے والوں کی سزا ان کا دکھ ہوتا ہے جس کو ان کا ظلم بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

عیّار

کتنا عیّار ہے وہ دل۔ جو اپنی صفائی کے لئے بڑی بڑی دلیلیں پیش کرتا ہے

کردار

انسان ایک کردار ہے، اور زندگی ایک کہانی۔

دسترخوان

امیر کے دسترخوان پر غریب کا لہو چنا جاتا ہے۔ اور غریب کے دسترخوان پر مظلومیت کے آنسو۔

نوکر

تم اپنے نوکروں کی عزّت کرو۔ کیونکہ تمہارا آرام اُنہی کا ممنونِ احسان ہے۔

خالی دل......

کوئی بھیانک اُکھڑی ہوئی قبر مجھے اتنا خوفزدہ نہیں کرتی جتنا کوئی محبت سے خالی دل۔

دل کا پیر

مَیں خانقاہوں اور پیروں کے پیچھے پھرنے کی عادی نہیں ہوں میرے دل کا پیر کامل ہے اور میں اسی سے تعویذ لیتی ہوں۔

شکایتیں

میرے دل میں ہزاروں شکایتیں ہوتی ہیں ۔ لیکن جب وہ میرے سامنے آتا ہے ۔ میں سب کچھ بھول جاتی ہوں ۔

تلاش

تمہاری جستجو ہے ۔ گہ شبنمی خواب ۔ حوروں کے آنچل ۔ آبشاروں کے ترنم ۔ اور کلیوں کے تبسم تمہیں یکجا مل جائیں ۔ پھر تلاش کی عمر لمبی کیوں نہ ہو گی ۔

سنگار

وہ عورت سنگار کی محتاج نہیں ہوتی جو دلوں پر حکومت کرتی ہے

مظلوم

تجھے کسی مجبور سے مجبور اور محکوم انسان کو دیکھنے کی خواہش

ہو تو کسی بدکردار شخص کی بیوی کو دیکھو جو رشتۂ ازدواج میں بندھی ہوئی سب کچھ برداشت کئے جا رہی ہے۔

شیریں گفتاری

زبان میں مٹھاس پیدا کرو۔ کہ دُنیا میں شیریں گفتار لوگ بہت کم ہیں۔

محبّت

محبّت نیند اور بیداری کے درمیان ایک نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے

خُوش فہمی

جب کسی مرد کو یہ خُوش فہمی ہو جاتی ہے کہ وہ بہت سی عورتوں کی توجہ کا مرکز ہے۔ تو پھر وہ خود کسی پر توجہ نہیں کر سکتا۔

آواز

کہاں ہیں وہ لوگ جو قہقہوں کے ترنّم میں سسکیوں کی آواز سُن سکیں۔

محبّت کی مرضی

تیری آنکھوں نے مجھے محبّت کا پیغام سُنایا۔ اور ساتھ ہی فرقت

کا جام پیش کیا۔ مَیں نے دونوں کے سامنے سر جھکا دیا ہے اور زندگی کو محبت کی مرضی پر چھوڑ دیا۔

میری قیمت کیا ہے؟

محبّت میں مَیں نے تمہیں ان الفاظ سے پکارا ہے کہ جن سے آج تک کسی نے کسی کو نہیں پکارا۔ اور محبّت میں مَیں نے خود کو تمہارے لئے اتنا حقیر بنا لیا ہے کہ تم کبھی بھی میری صحیح قیمت نہیں جان سکو گے۔

غصّے کا اظہار

تم اپنے غصّے کا اظہار اِس طرح نہ کرو۔ کہ دوسرے کی زیادتیاں زیادتیاں نہ رہیں۔ اور اُلٹا تم خود مجرم دکھائی دینے لگو۔

ٹھوکر

مرد نہیں چاہتا کہ اسس کو کسی بات سے رد کا جائے۔ اگر وہ محبّت کی زبان سے نہیں سمجھتا تو تم خاموش ہو جاؤ۔ تاکہ اس کو پشیانی کے پتّھر سے ٹھوکر کھانے کا موقع مِل جائے۔

کیسے....؟

جو بہاروں میں بھی نہیں کھلتے۔ وہ پھول کیسے کہلا سکتے ہیں؟

زندگی اور موت

بڑھاپے کی زندگی سے جوانی کی موت بہتر ہے۔

احترام

جوانی کا اتنا احترام کرو۔ جتنا تم اپنے مذہب کا کرتے ہو۔

جاڑے کی چاندنی

شرم و حیا عورت کا حسن ہے۔ پر اس حسن کو اس قدر سنگین نہیں بنانا چاہیئے۔ کہ محبت پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر زخمی ہو جائے۔ اور اس کو جواب بھی نہ ملے۔

تار و پود

زندگی آہوں اور مسکراہٹوں کے تانے بانے سے بنی ہے۔ اور جب یہ دونوں ختم ہو جاتے ہیں تو زندگی بھی ختم ہو جاتی ہے۔

محرومی

جب زندگی کسی مضراب کو نہیں پاتی۔ تو وہ اُکتا کر دوسروں کے لئے مضراب بن جاتی ہے۔

نظرِ شوق

جب تیرا شوق میرے شوق کا خواہاں نہیں تو پھر میں کیسے مان لوں کہ تیری نظریں میرے دیدار کے لئے بیتاب ہیں۔

جذبات کی جنگ

تاریخ کے اوراق اُلٹے۔ خون ریز جنگوں کے واقعات بھی پڑھے بہادر اپنی جگہ پہ بہادر نظر آئے۔ لیکن جہاں بھی جذبات کی جنگ کا ذکر آیا۔ بہادر اور فاتح تلواروں کو کہیں کھو بیٹھے۔

سازِ آواز

جسم ایک ساز ہے اور خوشی اس کا راگ

چشمے

پتھروں میں پانی ڈھونڈو گے تو تھک جاؤ گے۔ محبّت کے سینے پر ہتھیلیاں رکھ دو گے تو چشمے ابل پڑیں گے۔

ہر رنگ میں

روشنی اور تاریکی محبّت کی دنیا میں آتی رہتی ہے۔ پر محبّت ہمیشہ ہر رنگ میں جواں رہتی ہے۔

موتی

موتی سمندر کے آنسو ہیں۔ جو پتھرا گئے اور جنہیں سیپیوں نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر چھپا لیا۔

یادیں

کتنی ہی یادیں ہیں۔ جو ماضی کے بھنور میں ڈوب گئیں اور پھر کسی نے ان کا ذکر بھی نہ سنا۔

نارنگی کے پھول

نارنگی کے پھول ہنس رہے تھے اور چاندنی ان کا بوسہ لینے کے لئے اپنے روپہلے انداز سے ان کے قریب جا رہی تھی۔

دُکھ

بے شمار لوگ ایسے ہیں جنہوں نے بہت سے دُکھ اپنے لئے خود تجویز کر رکھے ہیں

میرے جذبے

میرے جذبے ہمیشہ خلوص کے غلام رہے ہیں۔ میں جہاں خلوص نہیں دیکھتی وہاں اپنے جذبات کو ضائع نہیں کرتی۔

محبّت پھُول کھلاتی ہے

پرانی دوستیوں نے نئی راہیں اختیار کر لیں اور نئی دوستیوں نے پُرانی راہوں کو مٹا دینے کی کوشش بھی کی۔ پر محبت ہر راہ پر پھُول کھلاتی چلی گئی۔

حقیقت

دنیا کا ظاہر جس قدر دل فریب اور دل کش نظر آتا ہے۔ باطن اسی قدر دل آزار ہے۔ خوش مذاق طبیعتوں اور مسکراتے ہوئے چہروں کا پول جب کھل جاتا ہے تو ہم کو تعجب ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ چہرے مسکرائے ہی اس لئے تھے کہ دوسروں کو اس سراب کا دھوکا دے سکیں۔

آہ

اپنی ہر آہ کو ایک بلند قہقہے میں دبا دو۔ تاکہ تمہاری آہ کسی دوسرے کے غنچۂ مسرت کو نہ جھلس دے۔

انکار

ناصح نہ چھیڑ مجھے۔ میں نے کروٹ لی تو میرے تخیّل بکھر جائیں گے۔

سپاہی اور اس کی بیوی

سپاہی مورچے میں دشمن سے جنگ کرتا ہے اور اس کی بیوی گھر میں جذبات سے۔ دونوں کا کام کٹھن ہے۔

جلن

وہ عورت بہت چھوٹے دل کی ہے۔ جو اپنے خاوند سے کسی خوبصورت عورت کی تعریف نہیں سُن سکتی۔

پہچان

جب میں اپنے آپ کو پہچان لوں گی تو مجھے دوسروں کے پہچاننے میں آسانی ہو گی۔

منظر

دلچسپ ہوتا ہے وہ منظر۔ جب کوئی شخص سمندِ جذبات کو اصول اور وقار کی دوہری باگ۔ سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔

رنگ و بُو

جس دل پر محبت کی پھوار نہیں برسی۔ وہ ابھی تک زندگی کی حقیقی لذّت سے نا آشنا ہے۔ اور بہاروں کے رنگ و بو سے نا واقف۔

تیرے جانے کے بعد

تمہارے جانے کے بعد یوں محسوس ہونے لگتا ہے۔ کہ تمام کائنات میرے آنسوؤں میں بہہ جائے گی۔

قیمت

شراب کی بوتل اگر مکڑی کے جالوں میں لپٹی ہوئی ہو تو اس سے اس کی قیمت کم نہیں ہوتی۔ بلکہ اور بڑھ جاتی ہے۔

جولانیٔ طبع

جب تم گانا چاہو۔ گاؤ۔ اور جب ناچنا چاہو ناچو۔ دوسروں کا خیال کر کے اپنی جولانیٔ طبع کا گلا مت گھونٹو۔

محکومی

جب فطرت کسی کی بھی محکوم نہیں تو تم کسی کے محکوم کیوں بنو۔

جوانی

تم بوڑھے کیسے کہلا سکتے ہو۔ جبکہ تمہاری باتیں جوان ہیں۔

پرکھ

زیادہ باتیں کرنیوالا اِنسان جلدی سمجھا جا سکتا ہے۔ بہ نسبت خاموش رہنے والے کے۔

دیمک

مطلبی اِنسان کی محبّت دیمک سے کم نہیں ہوتی۔ جو مطلب کی چیز چاٹ کر دوسری طرف رُخ کرتا ہے۔

کنجوس

کنجوس اِنسان بالآخر صحت کھو بیٹھتا ہے۔

کفایت شعار

کفایت شعار عورت خاوند اور بچّوں کے لئے خوشی اور اطمینان کا جذبہ رکھتی ہے۔

گھنٹی

بیلوں کے گلے میں بجتی ہوئی گھنٹی کی آواز پیانو کے سُروں سے زیادہ میٹھی اور پُر اثر ہے۔

وفا

وفا کے گیت زندگی کو دراز کرتے ہیں۔

دوست کے لئے

تمہارا دل اپنے دوست کے لئے کھل نہ اُٹھے۔ تو اس میں خلوص کی خوشبو کیسے آئے گی۔

کاروبار

مَیں نے محبّت کو پریشان دیکھ کر وجہ پوچھی تو اس نے اشارے سے بتایا کہ مجھے بیچا جا رہا ہے۔ اور دور کوئی نوجوان ایک امیر باپ کی بیٹی سے اظہارِ الفت کر رہا تھا۔

میرے معلّم

ظالم سے میں نے رحم سیکھا محکوم سے آزادی۔ حاسد سے خلوص۔ اور نفرت سے محبّت۔

آئینہ

بچہ والدین کے اخلاق کا آئینہ ہوتا ہے۔

کسک

مرد بلاخوف و جھجک حسن کی تعریف کرتا ہے۔ اور پھر بھول جاتا ہے۔ عورت خاموشی میں اثر قبول کر لیتی ہے۔ لیکن اظہار

کی ہمت نہیں رکھتی - یہی وجہ ہے کہ وہ تاثیر کی میٹھی کسک کو دیر تک محسوس کرتی ہے۔

جال

تو شیخیوں کا جال مت بچھا۔ نہیں تو کسی وقت خود اس میں پھنس جائے گا۔

گیت ہی گیت

دنیا گیتوں کا ساز ہے۔ آؤ حسن اور فطرت کے گیت گائیں کہ یہی گیت اِنسانی تمناؤں کی عبادت ہیں۔ یاسمین کی طرح سفید دانت۔ گہری نیلی شفاف جھیلوں کی سی آنکھیں۔ اور انگور کی بیلوں کی طرح لچکیلی باہیں۔ گیتوں کے خالق یہ مرمریں بُت۔ بوسوں کی گرمی سے پگھل کر روح میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ اور خوشی کے گیت بن کر زندگی کے راستوں پہ پھیل جاتے ہیں۔ ناچتا اور گاتا ہُوا اِنسان ابد تک ان گیتوں کی راہ پہ چلتا رہے گا۔

آئی بہار

میرے محبوب آ کہ بہار جاگ اُٹھی ہے۔ فضا میں خوشبوئیں پھیل رہی ہیں۔ آ کہ خیموں سے باہر نکل چلیں۔ شہد کی مکھیوں کے پہنچنے سے پیشتر ہم پھولوں سے جھولیوں کو بھر لیں۔ موسمی خوشبوؤں کو لوٹ لیں۔ اور پھر شبنم سے بھیگی ہوئی گھاس کے تختوں پر لیٹ کر حسن اور محبت کی باتیں کریں۔ اور وفا کے گیت گائیں۔

آزادی

ماں مجھے اس چوبارے سے نیچے اس ہری بھری صحت بخش گھاس پر جانے دے۔ جہاں گلی کے دوسرے بچے لباس کے میلا ہونے سے بے پرواہ آزادی سے کھیل رہے ہیں۔ اور میری آیا کو کہہ دو کہ وہ آج مجھے خوبصورت کپڑے نہ پہنائے۔ مجھے اس خوبصورتی کی خواہش نہیں جو محض دکھلانے کے لئے بنا سجا دی جائے میں تو مٹی سے لت پت ہو کر کھیلنا چاہتا ہوں۔ ماں میرے پیر بوٹوں اور جرابوں کی قید سے آزاد کر دے۔ تیرے نوکر مجھے اٹھائے پھرینگے۔

مَیں ان کے کندھوں کا بوجھ کیوں بنوں ؟ اب تو میں اپنے پیروں پر چل سکتا ہوں۔ ماں مجھے من مانے کھیل کھیلنے دے۔ میرا بچپن بہت تھوڑی عمر لے کر آیا ہے۔ میرے کھیل مجھ سے نہ چھین ماں۔

جانے سے پہلے

میری رفیقہ میں جنگ پر جا رہا ہوں۔ رات کے دھندلکے میں صبح کی امید لئے تم سے دُور جا رہا ہوں —— اور اس تمنا کے ساتھ کہ تمہاری آنکھوں میں مایوسی کے آنسو نہ دیکھوں ... کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اپنی دنیا میں آپ ہی کھو جاؤں۔

—— آؤ! کہ تمہارے ہاتھوں کا بوسہ لے لوں۔ جب یقین اور انتظار کا دامن تھامے رہیں گے۔

مَیں بہاروں کے جاگنے سے پیشتر تمہارے پاس واپس آجاؤنگا۔ کلیوں کی بیداری اور بھنوروں کے رقص سے پہلے تمہاری آنکھوں کا بوسہ لوں گا۔ زندگی پھر جاگ اُٹھے گی۔ مایوس نہ ہو میری رفیقہ۔ پیاری رفیقہ!

جنگ کا ذکر بند کرو۔ میرے رفیق روح کا دیا بجھا جاتا ہے۔

تم اپنے ہی جیسے اِنسانوں کا خون بہانے کیوں جا رہے ہو؟
ٹھیک ہے کہ ایک ذرّہ بڑی عظیم قوت حاصل کر چکا ہے۔ لیکن کیا محبّت کی بے پناہ طاقتیں ان سب کو تسخیر نہیں کر سکتیں۔ محبّت تیری جانبازی کا دامن پکڑ کر التجا کرتی ہے کہ اِنسان حیوانیت اور بربادی کے بڑے بھیانک نعرے سن چکا ہے۔ للّٰہ اب ان کو بند کرو۔ اور انسانیت وامن کے مدھر گیت شروع کرو۔

ورنہ ــــ!

میں رو دوں گی۔ اور تم میرے آنسوؤں کے امنڈتے ہوئے طوفان میں بہہ جاؤ گے ــــ!

کشمیر

میرا جسم جس کو تمہاری رفعتوں نے چھوا ہے۔ اور میرا تخیل جس کو تیری دلفریبیوں نے جنم دیا ہے۔ تمہیں اِس طرح پکار رہا ہے۔ جس طرح نظاروں کو حُسن ــــ

گر طوفان کے ریلے نے مجھے تم سے دُور اچھال پھینکا ہے۔

لیکن میرے تصوّر اب تک گلمرگ کی وادیوں اور ڈل جھیل کے کناروں پر چل رہے ہیں۔ میرے قدم زعفران کے کھیتوں میں کشمیری گیتوں کی میٹھی آواز کو سُن کر اب بھی رُکنے لگتے ہیں۔ میرے خیالات پھولوں سے ڈھکی ہوئی خوش پوش پہاڑیوں پر اڑنے لگتے ہیں۔

دُور کہیں "ریشماں" اور "کوشی" کی ہاؤس بوٹیں لہروں کے سینے پر تیرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جیسے دو زندگیاں کبھی اس پار اور کبھی اُس پار جا رہی ہوں۔ ڈل جھیل کا نیلا پانی میری آنکھ کا ایک بہت بڑا آنسو بن جاتا ہے اور تمام کشمیر اس میں ڈوبتا ہوا نظر آنے لگتا ہے۔

کاش میں اس آہنی دیوار کو پاش پاش کر ڈالوں جو تیرے اور میرے درمیان حائل ہے۔

[م ج ھ ر ل]

انشاء پریس لاہور

3